در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

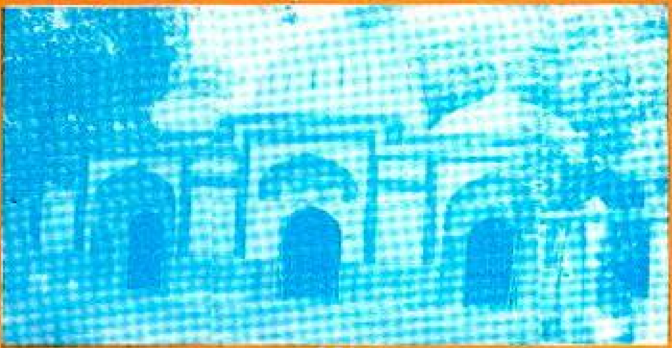

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ | پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ
رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۵۰ — جلد نمبر ۵

۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء — ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

مجلس ادارت

مدیر: غلام الحسنین قادری گیلانی
(بی کام آنرز)

معاونین

۱۔ پروفیسر محمد اسماعیل صاحب سیٹھی
(سابق سیکرٹری تعلیم صوبہ سرحد)

۲۔ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی
(لیکچرر جناح کالج برائے خواتین پشاور یونیورسٹی)

۳۔ الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب
(سابق پرنسپل ہائر سکنڈری سکول کاکشال پشاور)

۴۔ اقبال ریاض صاحب
(ایڈیٹر ہفت روزہ سیاست پشاور)

۵۔ سید محمد انور شاہ قادری
(انسپکٹر ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور)

قانونی مشیر

۱۔ محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)

۲۔ اویس احمد قادری (ایڈووکیٹ)

مجلس مشاورت

۱۔ سید محمد حسنین قادری گیلانی
(اے وی پی نیشنل بنک)

۲۔ سید سجاد حسین شاہ بخاری
(ڈیگ بکنو، تھیسز راپڈ)

۳۔ الحاج منظور الٰہی قادری
(وی پی، یونائیٹڈ بنک)

۴۔ الحاج محمد عابد (صراف)

۵۔ ڈاکٹر محمد انعام قادری
(رجسٹرار خیبر ہسپتال پشاور)

۶۔ سمیع اللہ قادری
(انسپکٹر ہائیر سکنڈری سکول چمکنی پشاور)

مجلس منتظمہ

۱۔ سید علاؤ الدین علی قادری گیلانی

۲۔ سید سعید الزمان قادری گیلانی

۳۔ محمد سلیم قادری ۴ حاجی سجاد حسین

سرکولیشن منیجر: سید نور الحسنین قادری گیلانی

اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر سید حبیب شاہ قادری

قیمت: ۷ روپے

پندرہ روزہ الحسن پشاور

جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۵۰

۱۶ نومبر ۱۹۹۴ - ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	مدیر اعلیٰ	۳
۲	نعت شریف	محمد شبیر تبسم مانسہرہ	۵
۳	تحریک پاکستان میں علماء کا کردار	ڈاکٹر عبدالستار جوہر پراچہ سکالر اردو چیئر جامعہ ازہر	۶
۴	حضرت مادھو لال حسین قادری	نیک محمد قادری ایف ایس سی	۱۷
۵	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۲۹
۶	انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	مدیر اعلیٰ	۳۱
۷	سیر السلوک الی ملک الملوک	مدیر اعلیٰ	۳۲

اگلا شمارہ حضرت آقا پیر جان نمبر ہو گا اور یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سو سالہ عرس کی تقریبات کی مناسبت سے شائع کیا جارہا ہے قارئین کرام نوٹ فرمالیں

شذرہ

سلامتی کونسل کا غیر منصفانہ فیصلہ

مدیر اعلیٰ

آج سے چار سال قبل عراق اور کویت کی جنگ کے موقع پر امریکہ اور اس کے حواریوں نے عراق کے بے گناہ عوام پر گولہ بارود کی آگ برسانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عراق کے باسیوں سے جینے کا حق بھی چھیننے کی مذموم کوشش کی اور سلامتی کونسل کے ذریعے عراق پر اقتصادی و معاشی پابندیاں عائد کرتے ہوئے اسے تمام دنیا سے الگ تھلگ کر کے بالکل تنہا کر دیا۔ عراق سے دیگر ممالک کا لین دین ممنوع قرار پایا جس کے نتیجے میں وہاں اشیائے خورد و نوش اور دواؤں تک کی انتہائی قلت پیدا ہو گئی۔

چنانچہ عراق نے سلامتی کونسل کی بنیادی شرط کو مانتے ہوئے کویت کو تسلیم کر لیا لیکن اس کے باوجود سلامتی کونسل کے فرعون نما اسلام دشمن آقا امریکہ کو رحم نہ آیا اور سلامتی کونسل کی پابندیوں کو برقرار رکھا گیا۔ عراق پر ان پابندیوں سے چودہ سو سال قبل مشرکین مکہ کے اس فعل کی عکاسی ہوتی ہے۔ جبکہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاندان کو مکہ مکرمہ کی ایک گھاٹی میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور لین دین کے علاوہ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لیے تھے۔

سلامتی کونسل کے حالیہ فیصلے سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ امریکہ و یورپ اس جدید تعلیم یافتہ اور مہذب دور میں بھی اپنی اسلام دشمنی اور تعصب میں اسی تاریک مقام پر کھڑے ہیں۔ جہاں آج سے

چودہ سو سال قبل مشرکین مکہ قیام پذیر تھے اور اس روشن و ترقی یافتہ دور میں انسانیت کے یہ نام نہاد علم بردار امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے عناد و نفرت کے معاملے میں انہی لوگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

جیسا کہ کشمیر میں استصواب رائے کے متعلق اقوام متحدہ قرارداد منظور کر چکی ہے لیکن نصف صدی ہونے پر بھی اس پر عملدرآمد نہیں کیا جارہا۔ اسی طرح گزشتہ پچاس برس سے فلسطینیوں کو اسرائیل نے تختۂ مشق بنا رکھا ہے اور تین سال سے بوسنیا کے مظلوم و نہتے مسلمانوں کی نسل کشی کی جاری ہے اور مسلمانوں پر یہ تمام مظالم ہنود و یہود اور عیسائیوں کی طرف سے ڈھاتے جا رہے ہیں اور اقوام متحدہ و سلامتی کونسل خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے، لیکن عراق یا کسی بھی اسلامی ملک کے خلاف مختصر سے عرصے میں انتہائی اقدامات پر عمل درآمد کر دیا جاتا ہے۔

عالم اسلام کو ان تمام واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے اور جلد از جلد خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہئے نیز ان دشمنان اسلام قوتوں سے کسی بھی قسم کی خیر کی توقع رکھنا فضول اور بے معنی ہے۔ اسلامی ممالک میں برسر اقتدار طبقے کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی اختلافات بھلا کر فی الفور ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے کی امداد و اعانت اور حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے ایسا لائحہ عمل اختیار کریں کہ اقوام متحدہ یا سلامتی کونسل ان پر ناجائز فیصلے مسلط کرنے سے باز رہے نیز دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی دست گیری کرنے اور ظالموں کے ظلم سے بچانے کے لئے ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں۔

نگاہِ دوست برہم ہو رہی ہے — ہماری آنکھ میں شاید نمی ہے
اگرچہ زندگی ہے نام جاں کا — مگر اک اور جانِ زندگی ہے
وہ ہم ہیں جس سے ناواقف ہے دنیا — وہ تم ہو جس کو دنیا جانتی ہے

(سیفی)

نعت شریف

محمد شبیر تبسم۔ مانسہرہ

صبح صادق ہورہا ہے کیسا چرچا نور کا
ظلمتوں سے پھوٹ کر نکلا اجالا نور کا

آپ ہیں نور مجسم یا محمد مصطفیٰ
آپ کی صورت میں دیکھا ہم نے جلوہ نور کا

فرش سے تا عرش پہنچے ایک پل میں مصطفیٰ
نور افشاں تھا نظر میں سارا رستہ نور کا

آپ جب پہنچے شب معراج حق کے روبرو
دو کماں کے درمیاں تھا ایک پردہ نور کا

معترض تو اس حقیقت سے ابھی واقف نہیں
کس نے دیکھا؟ کب ہوا کرتا ہے سایہ نور کا

گرمیٔ محشر سے ان کے امتی گھبرائیں کیوں
تان دیں گے آکے آقا شامیانہ نور کا

تحریک پاکستان میں علماء کا کردار

ڈاکٹر عبدالستار جوہر پراچہ

پروفیسر سکالر اردو چیئر جامعۃ الازہر

پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار صاحب جوہر پراچہ پشاور یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے چیئرمین تھے آج کل جامعہ ازہر مصر کی بین الاقوامی یونیورسٹی میں اردو چیئر کی زینت بنے ہوتے ہیں گزشتہ ماہ چھٹی پر وطن آئے تو پشاور میں " تحریک پاکستان میں علماء کا کردار " کے عنوان سے ایک بصیرت افروز تقریر کی جسے پشاور ریڈیو سٹیشن سے نشر کیا گیا اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر جناب صابر حسین صاحب قادری نے اس کی ایک نقل حاصل کر کے الحسن میں اشاعت کے لئے مرحمت فرمائی ہم اس نوازش پر پشاور ریڈیو سٹیشن کے ڈائرکٹر محترم سید حمید اصغر شاہ صاحب اور ڈپٹی سٹیشن منیجر جناب سردار محمد صاحب کے علاوہ قادری صاحب کے بھی از حد مشکور ہیں مدیر اعلیٰ

آزادی پاکستان کی تحریک میں علماء اور مشائخ کا اہم کردار ہے جس کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا لیکن ان کے کردار کا جائزہ لینے سے پہلے چند اہم باتوں کی تشریح ضروری ہو جاتی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ عالم کون ہوتا ہے دوسری بات کہ اسلامی تاریخ اور معاشرے میں عالم کا کیا کردار رہا ہے پہلی بات کے سلسلے میں خلیق احمد نظامی نے عالم کی جچی تلی تعریف یوں کی جاتی ہے

ایک عالم کیلئے ضروری ہے کہ وہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، اصول فقہ، علم تصوف، علم ادب، علم صرف و نحو، علم کلام اور علم منطق کا حامل ہو"

اس تعریف میں وہ مشائخ اور صوفیاء شامل ہو جاتے ہیں جنہوں نے باقاعدہ اسلامی درسگاہوں اور اسلامی مدرسوں میں تعلیم حاصل کی ہو اور جو تصوف کے عملی شعار کا نمونہ بھی ہوں اس حقیقت کو

مد نظر رکھتے ہوئے ہم اسلامی تاریخ پر جب طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں تدوین حدیث کا دور نظر آتا ہے جن میں جلیل القدر صحابہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اصول احادیث بناتے ان میں حضرت ابوہریرہ حضرت انس حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے کئی دیگر صحابہ نے حصہ لیا ہے یہاں علم کی بنیاد رکھی گئی، تدوین حدیث کے فوری بعد فقہ تشریعی اور غیر تشریعی کے ساتھ ساتھ اجماع، قیاس اور روایا پر کام شروع ہوا بڑے بڑے فقہا اور علماء پیدا ہوتے اور جنہوں نے اس میدان میں محنت خلوص اور جانفشانی کے ساتھ کام کیا، یہ حقیقت ہے کہ ان کو اپنے مشن کی تکمیل اور حفاظت کیلئے سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا مگر ان کے پائے ثبات میں لرزش نہ آئی تاریخ شاہد ہے خلیفہ منصور عباسی نے حضرت امام ابوحنیفہ کو اپنی انا کی خاطر کتنی اذیتیں دیں یہاں سے حکومت اور علماء کا ٹکراو شروع ہوا مختلف فرقے حکومت کے ایماء پر سامنے آتے خلیفہ مامون عباسی معتزلی تھا جنہوں نے امام احمد بن حنبل کو جیل میں ڈال کر انکی موت کیلئے جواز تلاش کرنا شروع کیا حافظ ابن البر کو محض اسلئے جلاوطن کر دیا کہ وہ ان کا ہم خیال نہ بن سکا امام تیمیہ کو انکے انکار کیوجہ سے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا اور اس طرح کئی فتنے سامنے آتے مگر علماء فقہا اور صوفیاء نے کلمہ حق کو شعار بناتے رکھا اور اس دور میں جب انسان کی حیثیت خلافت عباسیہ میں کچھ نہ تھی انہوں نے حکومت کا ساتھ نہ دیا بلکہ بڑے بڑے عہدوں کو بھی ٹھکرا دیا یہی لوگ تھے جو انبیاء کے وارث کہے جاتے ہیں اور ان کی زندگی علماء کیلئے ایک مثالی زندگی تھی

علماء کو عام طور پر دو حصوں میں بلکہ قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلی قسم کے علماء علمائے حق کہلاتے ہیں جو ہمیشہ بھلائی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں یہ نہی عن المنکر پر حکومت اور اقتدار سے بھی ٹکرا جاتے ہیں اسلامی تاریخ ایسے علماء کی مثالوں سے بھری پڑی ہے دوسرے قسم کے علماء علمائے سوء کہلاتے ہیں جو جائز اور ناجائز حلال وحرام کا خیال کئے بغیر ابن الوقتی کو اپنا شعار بنالیتے ہیں ایسے علماء نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور بادشاہ وقت کی خوشی کیلئے وہ کارنامے انجام دیتے ہیں کہ آج شرم وحیا سے ہماری آنکھیں جھک جاتی ہیں

محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کا دور شروع ہوا، خاندان غلاماں تک ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے ہم علماء کے کردار کو اجاگر کر سکیں قطب الدین ایبک کے دور میں پہلی بار ایسے نام ملتے ہیں۔ جنہوں نے بادشاہ کی خوشنودی کیلئے نہ صرف حکومت کا ساتھ دیا بلکہ درباری زندگی اختیار کر کے شرک پر بھی خاموش رہے اسی دور کے علماء نے ایک فرقہ مہد کی بنیاد رکھی جسکے روح رواں فیروز شاہی دور میں سید محمد جونپوری بنے شیخ عبداللہ نیازی اور شیخ علائی نے ذاتی مفاد کی خاطر اسکی ترویج کی اور امراء۔ اور عوام کو بھٹکاتے رہے یہ لاوا پکتا رہا اور مغل اعظم اکبر کے زمانے میں دین الٰہی کی شکل میں ایک فتنہ نمودار ہوا علماء سو نے اکبر کو امام عادل بنا دیا اور اس کے اس فتنے کا مکمل ساتھ دیا ظاہر ہے وہ فتنہ جسکو حکومت کی سرپرستی حاصل ہو ختم کرنا دشوار ہی نہیں ناممکن ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانی نے جو عالم بھی تھے اور صوفی بھی انہوں نے صرف دین الٰہی کے خلاف مہم چلائی بلکہ مغلیہ بادشاہوں سے ٹکر لی جہانگیر کو مجبور کر دیا کہ وہ ان کے سامنے ان کی تعلیمات کو اپنائیں ایسے ہی کئی واقعات ملتے ہیں لیکن مشائخ عظام جو علمائے حق بھی تھے نے اسلام کو زندگی بخشی اور اسلامی شعار کی بیداری کی یہ ایک طویل داستاں ہے لیکن ہم اپنے موضوع کیطرف آتے ہیں

برصغیر پر مسلمانوں نے تقریباً آٹھ صدی حکمرانی کی لیکن اورنگزیب عالمگیر کے بعد کوئی ایسا قابل جانشین نہ تھا جو وسیع سلطنت کو برقرار رکھ سکتا بادشاہ کے علاوہ پوری قوم اجتماعی گناہوں میں غرق ہو کر رہ گئی چنانچہ فطریت اصول کے تحت مسلمانوں سے ہر قسم کا اقتدار چھن گیا ایسٹ انڈیا کمپنی کے چند سفید فام لوگوں نے اپنی سیہ کاریوں سے اپنا اقتدار بڑھانا شروع کیا آستین کے سانپوں اور قوم کے غداروں ان میر جعفر اور میر صادق کی شکل میں ان سے تعاون کیا نواب سراج الدولہ نے پلاسی کی لڑائی میں اور سلطان ٹیپو نے میسور کی جنگ میں آزادی کے ٹمٹماتے چراغ کی حفاظت ضرور کی مگر سلطان ٹیپو کا غلام علی لنگڑا لمحہ لمحہ کی خبریں انگریزوں تک پہنچا رہا تھا سرنگاپٹم کے غداروں نے دشمن پر اپنے دروازے کھول دیئے اور آزادی کا آخری چراغ سلطان فتح علی خان چند جانثاروں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو گیا

کلکتہ سے لندن تک چراغان کیا گیا پادریوں نے منحرف انجلیں اٹھا کر کہا کہ آج ہندوستان ہمارا ہے قوم پر خصوصاً مسلمانوں پر ایک مایوسی چھا گئی ان کی سلطنت، ان کا اقتدار جاتا رہا ایک سورج غروب ہو گیا اور دوسرا سورج طلوع ہوا ایک انقلاب آگیا زندگی کے ہر حصے میں انقلاب

جب کوئی قوم زوال پذیر ہوتی ہے تو وہ مختلف حصوں میں بٹ کر رہ جاتی ہے برصغیر کے مسلمان بھی اسی حالت سے دوچار ہوئے قوم کے افراد کا ایک حصہ ایسا تھا جس نے آنے والے انقلاب سے سمجھوتا کر لیا نئی روشنی اور نئی قدروں کا استقبال کرنے لگے سرسید اور اس کے رفقاء یہی معذرتی انداز لئے ہوئے تھے نئی تعلیم نئی تہذیب سے ان کی وابستگی تھی ان کے مشن میں خلوص تھا مگر اس کے اچھے برے نتائج آج بھی گنوائے جا سکتے ہیں

قوم میں کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو آنے والے انقلاب سے ٹکر لیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کی فہرست کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریک سے جاملتا ہے جو مجاہدین کی صورت میں شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسماعیل کی رہنمائی میں جہاد کرتے رہے ان میں علماء ضرور تھے مگر اس تحریک کے سامنے کوئی منظم پروگرام نہ تھا وہ انگریزی تسلط ضرور ختم کرنا چاہتے ہونگے لیکن آزادی کے بعد حکومت کا تصور ان کے سامنے مبہم تھا آزادی کے بعد سیکولر سٹیٹ بنے یا ہندو سامراج جگہ لے لے اس سے ان کو کوئی سروکار نہ تھا لیکن ان کے ساتھیوں کے پاس قلم تھا جو ان کو آزادی کا سپاہی ثابت کر چکے تھے

تیسری قسم کے لوگ مشائخ عظام تھے جن کی گرد ہزار ہا بندگان خدا جمع رہتے اور ان اسلامی شعار کو زندگی بخشتے رہے حضرت سلیمان تونسوی، حضرت فضل حق گنج مراد آبادی، شاہ غوث علی قلندر وغیرہ اگرچہ ان کو براہ راست تحریک آزادی سے کوئی تعلق نہ تھا مگر ایسے ہی آستانوں علماء اور مشائخ سامنے آئے جنہوں نے تحریک پاکستان کو جلا بخشی ان میں ایسے لوگ شامل تھے جو عملی طور پر برصغیر میں مسلمانوں کا اقتدار بحال کر کے یا ایک علیحدہ خطہ زمین حاصل کر کے قرآنی نظام پر مشتمل ایک اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے اور یہ مقصد نہایت ہی مقدس تھا اصل عظمت و کردار کا مستحق یہی گروہ ہے اور

تحریک پاکستان میں ان کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا

آزادی پاکستان کی تحریک باقاعدہ طور پر 1857 کی جنگ آزادی کے بعد شروع ہوئی مولانا فصل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا کافی مراد آبادی، شہید سید احمد شاہ مدراس، مولانا رضی الدین بدایونی ایسے مجاہدین آزادی اور سرفروشان اسلام نے اپنا خون جگر دے کر پھانسی کے تختوں پر چڑھ کر او کالے پانی کی تکالیف برداشت کر کے آزادی کی شمع جلائی اور تحریک آزادی کی بنیاد رکھی

بلاشبہ آزادی کی تحریک ہندو اور مسلمانوں نے اکھٹے شروع کی مگر جلد ہی ہندو طرز عمل نے ثابت کر دیا کہ یہ محض اقتدار کی تبدیلی ہو گی اس لئے دردمند مسلمانوں نے جلد ہی اس حقیقت کو محسوس کرلیا کہ مسلمان اپنے مذہب کی بنا پر ایک الگ قوم ہیں اور وہ اپنے دین کے مطابق اسی صورت میں زندگی بسر کر سکتے ہیں جب ان کی آزاد مملکت ہو جس میں وہ قانون الٰہی نافذ کر سکیں اس طرح دو قومی نظریہ پروان چڑھتا گیا بلکہ مقبول ہوتا رہا

سرسید کی خدمات اپنی جگہ مگر ایسے مسلمانوں کی کمی نہ تھی جو سمجھتے تھے کہ

ملا کو جو مسجد میں ہے سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

سرسید کی تحریک علی گڑھ کے متوازی ندوۃ العلماء کا ادارہ قائم ہو گیا یہ

اور دارالعلوم دیوبند علماء کی تعلیم و تربیت کی خدمات انجام دے رہے تھے ان اداروں کے علاوہ کئی دینی مدارس میں علماء کی کھیپ تیاری ہو رہی تھی دیوبند اور ندوۃ العلماء میں جہاں اسلامی اقدار کا احیاء کیا جارہا تھا وہاں کے علماء عملی طور پر سیاست میں سرگرم بھی تھے

مولانا شبلی ہندو مسلم اتحاد کا عقیدہ رکھتے تھے ان کے سامنے کسی مسلمان ریاست کا تصور تک

نہیں تھا اس لئے ان کو تحریک آزادی پاکستان کی کڑی میں آویزاں نہیں کیا جاسکتا وہ محض ہندو مسلم اتحاد سے آزادی کے خواہاں تھے وہ ہندوؤں کی اس ذہنیت سے واقف نہ تھے جو ہندو رہنما وقتاً فوقتاً بیانات دے رہے تھے ڈاکٹر رادھا کمرجی نائب صدر ہندو مہاسبھا صدر کانگریس بنگال نے کہا

" ہندوستان کو نظریہ اور عمل کے لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے جس کا کلچر ہندو جس کا مذہب ہندو ہو اور جسکی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ ہو"

اسی طرح اچاریہ کرپلانی جنرل سیکرٹری کانگریس، مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے ایسے ہی بیانات دیئے ہندو دھرم اور ہندو حکومت کی باتیں کیں اور مسلمانوں کے حقوق کا تذکرہ تک نہ کیا اس سلسلے میں کئی ذی ہوش مسلمان رہنما اور علماء سامنے آئے مولانا حسرت موہانی اور مولانا محمد علی جوہر سیاست سے وابستہ تھے مگر وہ باقاعدہ کسی اسلامی ادارے سے فارغ التحصیل نہ تھے اس لئے جدو جہد آزادی میں ان کے حصے اور ان کے کردار پر گفتگو نہیں کی جاسکتی

ہندو کے رویے کو دیکھ کر حساس مسلمانوں کے دل کانپ اٹھے اور انہوں نے بروقت متنبہ کیا کہ ہندو اپنی عیاری اور دورخی پالیسی کے لحاظ سے انگریز سے کہیں زیادہ خطرناک ہے سواد اعظم کے عظیم روحانی پیشوا مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بروقت مسلمانوں کو خبردار کیا اور نہ صرف آواز بلند کی بلکہ اسلامی مملکت کے تصور کی بھرپور حمایت کی

دیوبند کے بیشتر علماء آزادی ضرور چاہتے تھے لیکن آزادی کی خاطر ہندوؤں کیساتھ ملکر کام کرنا ضروری سمجھتے تھے انہوں نے جمیعت علماء اسلام کی بنیاد ڈالی مگر کانگرس سے اتحاد کر لیا کانگریس دو قومی نظریہ کے خلاف تھی جمیعت علماء اسلام بھی ایک قومی نظریہ کے مخالف تھی مگر کانگریس کے اتحاد کے بعد ان کو اپنے نظریہ کو دبانا پڑا اور انہوں نے متحدہ قومیت کا پرچار شروع کر دیا ویسے ان کا کانگریس سے اتحاد مشروط تھا مگر وہ مسلم لیگ کے رہنماؤں کے سخت مخالف تھے اور بعض کو تو وہ صحیح مسلمان بھی تصور نہ کرتے تھے مولانا حسین احمد مدنی مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کے قائل ضرور تھے مگر کچھ حالات ایسے تھے

یا ان کی رنگ طبیعت کہ وہ کھلم کھلا وطنیت کا پرچار کرنے لگے اور عقلاً ونقلاً علیحدہ مملکت کے تصور کی مخالفت کرنے لگے علامہ اقبال نے ان کو خوب جواب دیا

ان تازہ خداوں میں بڑا سب سے وطن ہے   جو پیرہن اس کا وہ مذہب کا کفن ہے

اور جب علامہ اقبال نے یہ کہا

بمصطفٰی برسال خویش را کہ دین ہمہ اوست   اگر با اونر سیدی تمام بولہبی ست

تو کچھ عرصہ کے لئے وہ خاموش ہو گئے مگر جمیعت علماء اسلام کی ایک سیاسی جماعت احرار بن چکی تھی جس میں دیوبند اور ندوۃ کے علما شامل تھے جو ہر لمحے ہر مقام پر مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے اور کانگریس کے ہاتھ مضبوط کر رہے تھے مولانا ابوالکلام آزاد پورے طور نظریہ پاکستان کے خلاف تھے وہ اپنے قلم اور اپنے علم کو ہندو مسلم اتحاد کے لئے وقف کر چکے تھے یہاں تک کہ بمبئی اور امرتسر مسجد کا افتتاح گاندھی جی کے ہاتھوں کرایا اور آیتوں اور احادیث سے اپنے مشن کا جواز تلاش کر رہے تھے اس سے پاکستان کی تحریک کو سخت نقصان پہنچا اگر وطنیت کا پرچار علماء نہ کرتے تو آج پاکستان کا نقشہ اور ہوتا انہی کے ایماء پر احرار اور سرخ پوش تحریک نے بھی تحریک آزادی کو نقصان پہنچایا

قدرت کو کچھ اور منظور تھا دیوبند ہی کے ادارے سے چند ایسے علماء پیدا ہوتے جنہوں نے تحریک آزادی پاکستان کو جلا بخشی مولانا اشرف علی تھانوی کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ مملکت کی حمایت کریں چنانچہ انہوں نے لاکھوں مریدوں کے ساتھ پاکستان کی حمایت شروع کر دی مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع مولانا ظفر احمد انصاری نے قرارداد پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا یہ آزادی کے سرفروش مجاہد تھے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کی مخالفت بھی مول لی اور ان کیلئے

مختلف جو فتوے دیئے گئے ان کا بھی مقابلہ کیا اب اس تحریک میں جان بڑھ گئی

مولانا فاضل بریلوی احمد رضا خان نے تحریک ترک مولات کا فتویٰ لکھا لیکن مخالفین نے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی حالانکہ جب مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی تحریک یعنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے صاف کہہ دیا

مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں میں مخالف ہوں پھر فرمایا مولانا میں مکمل آزادی کا مخالف نہیں ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں ہندو اور کانگریسی علماء کی ذہنیت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے جس نے انہیں ہندوؤں کے چرنوں میں سجدہ ریزی سے نہ رو کا انہوں نے اپنے بیگانے کی تمیز کئے بغیر فوراً اس پر انگریز دوستی اور وطن دشمنی کا فتویٰ جڑ دیا مگر مولانا اشرف علی تھانوی نے ان کا ساتھ دیا اگرچہ ان کو صلواتیں سننا پڑیں گو کہ تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند کی کہانی طویل ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ دو قومی نظریہ جس کی بنیاد کتاب وسنت اور مسلمانوں کا چودہ سو سالہ تہذیبی ورثہ ہے اس کے مقابلے میں وطنی قومیت کا نعرہ ایک ایسا کھلا غیر اسلامی دعویٰ ہے جو گاندھی اور ہندو جیسے مفاد پرست اور عیار سیاستدانوں سے تو متوقع ہو سکتا ہے مگر صاحبان جبہ ودستار اور وارثان منبر ومحراب کو کسی طرح زیب نہیں دیتا فاضل بریلوی کی صدائے بازگشت بنارس سنی کانفرنس کی صورت میں سامنے آئی اس فقید المثال اجتماع میں سید نعیم الدین مراد آبادی، ابوالحامد سید محمد شاہ کچھوچھوی، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، مولانا امجد علی خواجہ عبدالرحمان بھرچونڈوی، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا پیر سید مغفور القادری مولانا ابوالحسنات، مولانا عبدالغفور ہزاروی، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف اور مولانا عبدالستار نیازی وغیرہ نے عملی طور پر حصہ لیا مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے سارے قافلے سے کٹ کر ان مشائخ اور علماء سے آن ملے یہی وہ باا ثر گروہ ہے جس نے دامے درمے سخنے قدمے پاکستان کے لئے کام کیا لاکھوں روپے چندے دیئے دن رات کا آرام حرام کیا برصغیر کے کونے کونے میں پہنچ کر راتے عامہ کو

ہموار کیا ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں

سرحد میں پیر مانکی شریف پنجاب میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور سندھ میں پیر عبدالرحمان بھرچونڈوی اور شاہ مغفور القادری نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اسے مسلمانوں کی مذہبی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی یہ قد آور شخصیتیں اور بلند ہستیاں تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی پاکستان کی تحریک آزادی کے یہ رہنما حقیقی خیر خواہ تھے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے، ملت اسلامیہ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا علماء اور مشائخ نے اس کی رہنمائی کی

اسلام اور اس کے شعائر کے خلاف کسی نے ہرزہ سرائی کا ارادہ کیا تو ان کو مزاحم پایا غیر ملکی تسلط سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی جدوجہد ہو یا دین متین کے معمل کے طور پر ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے حصول کی تحریک ہمارے علماء اور مشائخ اور ان کے لاکھوں عقیدت مندوں نے اپنے خون جگر سے ان کو پروان چڑھایا ایسے رہنماؤں اور ان کے ارادت مندوں نے انگریز سامراج کا تختہ الٹنے کے لئے جو بیش بہا قربانیاں دیں ان کے بغیر جنگ آزادی کا تصور تک ناممکن ہے

تحریک پاکستان کا مرحلہ آیا تو بھی ہمارے علماء کرام اور مشائخ عظام نے قوم کی رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور آزادی کی منزل حاصل کرنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگادی یہ درست ہے کہ پاکستان کا مطالبہ مسلم لیگ نے کیا تھا مگر اس حقیقت سے صرف نظر ممکن نہیں کہ ہمارے مشائخ اور علماء مسلم لیگ کی تائید وحمایت نہ کرتے تو شاید پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا انہوں نے رائے عامہ کو بیدار کیا اور قوم کو منزل تک پہنچانے کی خواہش میں یہاں تک چلے گئے کہ اگر کسی موقع پر قائداعظم پاکستان کے مطالبے سے دست بردار یا بددل ہو گئے تو بھی علماء ومشائخ نے اس نصب العین کے حصول کیلئے تگ ودو میں کوئی جھول نہ آنے دیا ان کے خلاف سازشیں اپنی موت آپ مر گئیں اور 1947 میں دنیا کے نقشے پر پاکستان معرض وجود میں آگیا"

پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں علماء مشائخ کے کردار پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا ضرورت اس امر کی

ہے کہ تاریخ کے طالب علم کو مکمل اور صحیح مواد فراہم کیا جائے اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جائے کہ پاکستان علماء اور مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ ہے

یہ بے جانہ ہو گا کہ میں چند عالم مشائخ کی جدو جہد کا تذکرہ نہ کروں

پیر محمد امین الحسنات عرف پیر مانکی شریف نے تحریک پاکستان میں اہم رول ادا کیا صوبہ سرحد میں کانگریس کا بہت زور تھا میدان سیاست میں خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب کا طوطی بولتا تھا چنانچہ آپ کانگریسی لیڈروں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے نظریہ پاکستان کی حمایت میں بے شمار دورے کئے آپ کے ہزاروں مریدوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا

صوبہ سرحد کی حالت نہایت نازک تھی علماء کے ایک گروہ پر کانگریسی سیاست غالب آچکی تھی وہ سرخپوشوں کی حمایت کر رہے تھے ایسے میں پاکستان کیلئے کام کرنا بڑا کٹھن تھا لیکن پیر صاحب مانکی اور پیر زکوڑی شریف نے بڑی تندہی سے کام کیا اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی حمایت سے صوبہ سرحد کی سیاسی فضا میں وہ تغیر رونما ہوا جو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا

اسی طرح پیر جماعت علی شاہ نے جن کے متعلق مولانا حسین احمد مدنی نے کہا تھا کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں شاہ صاحب کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا ایک طرف تو شدھی کی تحریک کی مخالفت شروع کی اور اس فتنہ کو ختم کیا اور دوسری طرف جوش اسلامی اور جرات ایمانی کے ساتھ تحریک پاکستان کو آگے بڑھایا اور اس تحریک کی حمایت میں ملک بھر کا دورہ کیا، سچ ہے تحریک پاکستان میں اگر قائداعظم اور مسلم لیگ کو حضرت کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید پاکستان کا نقشہ یہ نہ ہوتا، تحریک پاکستان اس انداز سے اُٹھی کہ ہر مسلمان اسکا ہم نوا ہو گیا خواجہ سدیدالدین تونسوی، دیوان آل رسول، حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی نے پیر صاحب مانکی شریف کے شانہ بشانہ ایک مجاہد کی حیثیت سے اس تحریک میں حصہ لیا

ایسے ہی ہزاروں مشائخ عظام نے اس تحریک کو کامیاب بنایا جب شہرت یافتہ تعلیمی اداروں

کے بارے میں [illegible] کی ضرورت [illegible]

[illegible]

تاریخ کا [illegible] تحریک پاکستان میں [illegible]

[illegible] تحریک پاکستان میں [illegible]

تاریخ [illegible]

••••••

[illegible] وطن کا

[illegible] وطن کا

[illegible] وطن کا

[illegible] وطن کا

[illegible]

حضرت مادھولال حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ

نیک محمد قادری

اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے وہ مقرب بندے ہوتے ہیں۔ جن کے قلوب، اذہان نور و توحید اور معرفت الٰہی کے بحر بے پایاں ہوتے ہیں۔ اور ان میں ہر وقت، ہر گھڑی، ہر لمحہ۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق و محبت کے طوفان برپا رہتے ہیں۔ شیخ ابو علی زنجانی فرماتے ہیں۔

"ولی وہ شخص ہے جو اپنے حال میں فانی اور مشاہدہ حق میں باقی ہو۔ اس کو نہ اپنی طرف سے کوئی خبر ہو۔ اور نہ بغیر حق کے اسکو قرار ہو"۔ (۱)

اولیاء اللہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اہل تمکین کہلاتے ہیں اور دوسرے اہل تلوین۔ اہل تمکین انہیں کہتے ہیں جو غلبہ حال سے مغلوب نہ ہوسکیں۔ ایسے حضرت کو ابو الحال (ابو الوقت) بھی کہتے ہیں۔ ان کے برعکس وہ لوگ جو غلبہ حال سے مغلوب ہوجاتے ہیں ان کو اہل تلوین اور ابن الحال کہتے ہیں۔ یہ گروہ قلندریہ بھی کہلاتا ہے۔

ابدال اکثر اسی مشرب پر ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اصلاح باطن میں کوشاں رہتے ہیں۔ نفحات الانس میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ

"ایک دن کچھ حضرات نے مولانا روم رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ نماز میں امامت فرمائیں۔ اس وقت شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ مولانا روم نے فرمایا۔ ہم تو ابدال قسم کے لوگ ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں۔ پہنچ جاتے ہیں۔ وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پھر وہیں سے اٹھتے ہیں۔ امامت کے لائق تو صاحب تمکین ہیں۔ پھر شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کو امامت کا اشارہ کیا۔ اور انہوں نے امامت فرمائی"۔ (۲)

محمد قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

ماز دریایم دریا یم زماست
ایں سخن داند کسے کو آشناست

ہم دریا سے ہیں۔ اور دریا ہم سے ہیں۔ یہ بات وہ جانتا ہے۔ جو آشنا ہے۔ (۳)

ساقی خمخانہ اسرار، سرشار بادہ بے خمار، مراۃ جمال بے مثال، فارغ از مستقبل و حال، پنجاب کے نامور ولی اور پنجاب کے معروف شاعر حضرت مادھو لال حسین قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ بھی یہی مشرب رکھتے تھے۔ آپ حضرت بہلول دریائی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت حسین لاہوری کے آباؤ اجداد کا تعلق ہندوؤں سے تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سے کلس نامی فیروز شاہ کے عہد حکومت میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کی اولاد کلسرائی مشہور ہو گئی کلسرائے کے ہاں جو لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے اس کا نام عثمان رکھا۔ وہ کپڑا بنتے تھے۔

پیدائش:۔ شیخ عثمان کے گھر لاہور میں ایک لڑکا ۹۴۵ھ میں پیدا ہوا۔ آپ نے اس کا نام "حسین" رکھا۔ ۴

تعلیم و تربیت:۔ جب سات برس کے ہوئے۔ تو شیخ عثمان نے آپ کو شیخ ابو بکر کے درس میں بٹھایا۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ اور کچھ ہی عرصہ میں چھ سیپارے حفظ کئے۔ اور کچھ دینیات میں بھی استعداد بہم پہنچالی۔

حضرت بہلول کی آمد:۔ ایک دن جب آپ مکتب میں درس لے رہے تھے۔ اس وقت شیخ بہلول رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت شیخ قطب زماں تھے۔ ان کو حضرت امام رضا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے حکم ہوا تھا۔ کہ وہ لاہور جا کر آپ (حضرت حسین) کو توجہ دیں۔

حضرت بہلول کی بیعت:۔ مکتب میں حضرت بہلول دریائی نے آپ کے استاد حضرت حافظ ابو بکر سے پوچھا۔ کہ اس لڑکے کا کیا نام ہے۔ اور کیا پڑھتا ہے؟ آپ کے استاد نے جواب دیا کہ حضرت اس کا نام حسین ہے۔ اور چھٹا سیپارہ حفظ کر چکا ہے۔ اب ساتواں شروع کر دے گا۔ بعد ازاں حضرت بہلول نے آپ سے دریا سے وضو کے لئے پانی لانے کو فرمایا۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت بہلول نے وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز ادا کر کے آپ کے واسطے دعا کی۔

"یا الٰہی! اس بچے پر کرم کر۔ اس کو عرفان کی دولت سے مالا مال کر اور اپنا سچا عاشق بنا دے"

اس کے بعد حضرت حسین کو مرید بنا کر ان کی روحانی تربیت کرنے لگے۔ (۵)

ختم قرآن:۔ حضرت بہلول نے حافظ ابو بکر سے فرمایا کہ "ماہ رمضان قریب ہے۔ اس سال رمضان میں شیخ حسین قرآن سنائیں گے" ششم رمضان المبارک تک شیخ حسین نے نماز تراویح میں چھ سپارے سنائے۔ اور ساتویں روز حضرت حسین نے مرشد کی خدمت میں عرض کی کہ

"یا مولیٰ! جو قرآن مجھ کو حفظ تھا۔ وہ میں نے سنا دیا۔ اب آگے کے لئے کیا علم ہے۔ حضرت بہلول نے فرمایا کہ:

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ضرور قرآن سناؤ گے۔ دریا پر جاؤ اور وہاں سے ہمارے لئے پانی لاؤ۔ اور ایک بات کا خیال رکھنا۔ وہاں جو بزرگ تمہیں ملیں ان کی ہدایت پر عمل کرنا"۔

جب آپ دریا پر سے پانی بھر کر روانہ ہوئے۔ تو ایک سبز پوش نورانی شخص وہاں ظاہر ہوا۔ یہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ آپ نے فرمایا۔ "کہ میرے ہاتھ پر اس کوزہ سے پانی ڈال"۔ حضرت حسین نے کوزہ سے ان کے ہاتھ پر قدرے پانی ڈالا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس میں سے قدرے پانی حضرت حسین کے منہ میں ڈالا۔ اس کی برکت سے آپ نے اس سال رمضان المبارک میں پورا قرآن شریف سنایا۔ (۶)

رخصت مرشد:۔ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ باطنی کے ذریعے چند دنوں میں آپ کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اب ان کا کام پورا ہو چکا تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے حضرت بہلول نے آپ کو اس امر کی ہدایت فرمائی۔ کہ "حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر انوار پر پابندی سے حاضر ہوا کریں۔ وہ راہ حق میں تمہارے مربی ہوں گے۔ اور تم کو جلد تر واصل الی اللہ کر دیں گے"۔

یہ نصیحت فرما کر حضرت شیخ بہلول دریائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن روانہ ہوتے۔ (۷)

زہد و مجاہدہ:۔ آپ نے چھبیس سال عبادت، ریاضت اور مجاہدہ میں گزارے۔ رات کو دریائے راوی میں کھڑے ہو کر صبح ہونے سے پہلے قرآن ختم کر لیتے۔ اور نماز اشراق کے بعد سلطان الہند حضرت

داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس پر حاضری دیتے۔ بارہ برس تک آپ کا یہ معمول رہا۔ رمضان المبارک میں ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرت سلطان الہند کے مزار اقدس پر ایک نورانی پیکر بزرگ نظر آیا۔ آپ نے اس نورانی صورت کو دیکھ کر ان کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا "میرا نام علی ہجویری ہے"۔

"تو نے بارہ سال ہماری خدمت کی۔ اللہ نے تجھے ولی کامل کر دیا ہے۔ جو کہے گا وہی ہو گا۔ اب تو توحید کے دریائے وحدت میں غرق ہو جائے گا"۔

آپ عبودیت کو چھوڑ کر ربوبیت کے درجہ میں جا ملے اور فنافی اللہ ہو کر مستحق بقا ہو گئے۔

حالت جذب و مستی:۔

گشت از دیدنش چوں مست حسین

بے خود از جائے خویش جست حسین

شیخ حسین چھتیس برس کی عمر میں شیخ سعد اللہ لاہوری سے تفسیر مدارک پڑھ رہے تھے کہ جب آیت

وما الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب پر پہنچے۔ تو استاد سے اس کے معنے دریافت کیے۔ انہوں نے اس کے ظاہری معنے بیان فرمائے۔ شیخ حسین نے کہا۔ "مجھے حال مطلوب ہے مگر قال نہیں"۔

یہ کہا اور سرمست ہو کر رقص کرنے لگے۔ اور کتاب تفسیر اٹھا کر کنوئیں میں ڈال دی۔ دوسرے طلباء نے اعتراض کیا۔ ان کے مطالبہ پر آپ نے بزور کرامت کتاب نکال کر ان کے حوالے کر دی۔ جو ویسی ہی خشک تھی۔ آپ کے ساتھی آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس روز سے آپ نے طریقہ ملامتیہ اختیار کر لیا۔ اور کوچہ و بازار اور جنگل میں اس حالت میں پھرتے تھے۔ کہ چار ابرو کا صفایا تھا۔ اور ہاتھ میں شراب کا پیالہ۔ (۸)

وفات مرشد:۔ آپ کے مرشد کو جب معلوم ہوا کہ حسین اتباع شریعت سے آزاد ہو گیا ہے۔ تو وہ لاہور تشریف لائے۔ حضرت حسین کو دیکھ کر ان کی جانب مراقب و متوجہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ

حضرت حسین واصل بحق ہیں۔ اس سے آپ کو تسلی ہو گئی اور حضرت حسین کو اسی حالت میں چھوڑ کر رخصت ہوئے۔

کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت بہلول دریائی کے وفات کی خبر آئی۔ لیکن حضرت حسین بدستور لاہور میں مست مئے و نغمہ رہے۔ ۹

عشق صادق:- اسی عشق و مستی کے عالم میں ایک روز شاہدرہ سے گزرتے ہوئے آپ کی نگاہ ایک خوبصورت نوجوان مادھو پر پڑی۔ مادھو برہمن زادہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ ان کی شادی ہو چکی تھی۔ مادھو کو دیکھتا تھا کہ آپ ان پر عاشق ہوئے۔ آپ نے شاہدرہ میں سکونت اختیار کی۔ لیکن مادھو کے ورثا۔ فقیر کی مہربانی کو غلط سمجھے اور آپ پر شدید ناراضگی کا اظہار کرنے لگے۔ آخر کار ایک روز مادھو کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہو گئی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اور آپ کا خادم بن گیا۔ اور ساری عمر آپ کا خادم رہا۔ حضرت شاہ حسین کو مادھو سے بہت انس تھا۔ مرشد اور مرید کی محبت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آج عوام الناس ان کا اصل نام تک بھول گئے اور وہ شاہ حسین کی بجائے مادھو لال حسین کے عرف سے مشہور ہوئے۔ (۱۰)

بیک وقت لاہور اور مدینے میں:- روایت ہے ایک شخص حاجی یعقوب نامی مدینہ منورہ کا رہنے والا تھا۔ وہ ہمیشہ شیخ حسین کو روضہ نبوی میں معتکف دیکھتا۔ اس طرح وہ ان کا شناسا ہو گیا۔ ایک دفعہ وہ ہندوستان آیا۔ لاہور جب پہنچا۔ بازار میں دیکھا کہ ڈھول بج رہا ہے اور شیخ شراب کے نشہ میں چور رقص کر رہے ہیں۔ دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اطمینان کے لئے لوگوں سے نام و نشان پوچھا۔ پاس جا کر دریافت کیا۔ یہ کیا حال ہے۔ شیخ نے کہا آنکھیں بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہی دیکھا کہ حضرت شیخ حسین بہ لباس عارفانہ ہے۔ اور نیز دیکھا کہ حضرت اسی طرح بروضہ مطہرہ نبویہ معتکف ہیں۔ (۱۱)

حقیقت الفقرا۔ میں لکھا ہے۔ کہ اکبر نے شیخ حسین کو طلب کیا اور آپ جام و صراحی لے کر پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ سلسلہ قادری کے پیرو ہو کر یہ مے نوشی ! ۔ آپ نے اسی صراحی سے ایک پیالہ بھر کر بادشاہ کو دیا۔ جو سرد پانی سے پر تھا۔ دوسرا پیالہ پیش کیا۔ اس میں شربت تھا۔ اور تیسرے میں دودھ۔ اکبر

یہ دیکھ کر متعجب ہوا۔ اور حکم دیا کہ میری اپنی شراب کی صراحی انہیں دیں اور پھر دیکھیں کہ اس سے شراب کے سوا کچھ نکلتا ہے۔ یا نہیں۔ چنانچہ اس سے آپ نے پانی، شربت اور دودھ نکال کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ پھر بادشاہ نے امتحان کی غرض سے شیخ حسین کو زندان میں بھجوا دیا۔ کہ اگر یہ فقیر صاحب کرامت ہے تو جیل میں قید نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جب بادشاہ زنان خانہ میں گیا تو آپ کو بادشاہ نے اپنی بیگم کے پاس کھڑا ہوا دیکھا۔ پھر قید خانہ میں جا کر دیکھا۔ تو آپ وہی موجود تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے فعل سے تائب ہوا۔ اور شیخ کو باعزت رخصت کیا۔ (۱۲)

شہزادہ دارالشکوہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ اکبر بادشاہ نے اپنے وزیر کو لاہور میں آپ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ حضرت حسین غیر شرع ریش معترض رکھتے ہیں۔ ان پر ان کو تعزیر کیا۔ جب وہ وزیر حضرت کے روبرو آیا۔ تو آپ نے معترض ریش مبارک کو ہاتھ میں پکڑ کر اسی وقت دراز کر دیا۔ اور جو جو چیزیں وہاں از قسم شراب وغیرہ مسکرات موجود تھیں وہ سب دودھ بن گئیں۔ یہ دیکھ کر وزیر جو تقریر کے لئے آیا تھا حضرت کا مرید بن گیا۔ (۱۳)

کیمیا گری اور فقر:۔ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک کیمیا گر شخص آپ کی خدمت میں ایک تولہ اکسیر بنا کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ اے بے وقوف! تو نے ناحق اتنی محنت اٹھائی۔ یعنی پہلے سیماب لایا۔ اور جنگل میں بوٹیوں کی تلاش میں پھرا۔ اوپلوں کا دھواں کھایا اور پھر یہ ہزار محنت اکسیر بنائی۔

وہ تو بڑے فخر سے آپ کے پاس آیا تھا۔ لیکن یہ سن کر نادم ہوا۔ بعد ازاں آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اور گوشہ طفل میں لے جا کر اس کے روبرو بول کیا۔ قدرت الٰہی سے۔ جہاں آپ کا بول گرا۔ وہ جگہ تمام طلا ہو گئی۔ وہ یہ دیکھ کر نادم و خادم ہوا۔ (۱۴)

شاعری:۔ رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی۔

آپ پنجابی کے شاعر بھی تھے۔ اور آپ کی کافیاں۔ بہت مشہور ہیں۔ آپ کی پنجابی کافیوں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہیں۔

آپ کے اشعار میں عشق حقیقی جھلکتا ہے۔ اور آپ کے اشعار محبت سے بھرے ہوتے ہیں۔

درد و چھوڑے دا حال نی ماتے کیہنوں اکھاں
سولاں مار دوانی کیتی
برہوں پیا ساڈے خال نی ماتے کہنوں اکھاں
دکھن دھوتیں شاہیاں والے
جاں پھولاں تاں لال نی ماتے کہنوں اکھاں
سولاں دی روٹی دکھاں دالاون
ہڈاں دابالن بال نی ماتے کہنوں اکھاں
جنگل جنگل پھراں ڈھونڈیندی
اجے ناں ملیاں مہینوال نی ماتے کہنوں اکھاں
رانجھن رانجھن پھراں کوکیندی
رانجھن میرے نال نی ماتے کہنوں اکھاں
کہے حسین فقیر سائیں دا
دیکھ نمانیاں دا حال نی ماتے کہنوں اکھاں

ترجمہ

اے ماں درد و فراق کا حال کسے بتاؤں؟
کانٹوں کی چبھن سے میں دیوانی ہو گئی
ہجر ہمارا دشمن ہو کر رہ گیا ہے۔ کسے بتاؤں؟
کالے سیاہ دھوتیں اٹھ رہے ہیں
لیکن ذرا (راکھ کو) چھیڑوں تو سرخ شعلے ہیں۔ کسے بتاؤں؟

کانٹوں کی روٹی اور دکھوں کا سالن ہے
اور ہڈیوں کے ایندھن پر پکاتا ہے۔ کسے بتاؤں؟
جنگل جنگل میں ڈھونڈتی پھری
ابھی تک مہینوال نہیں ملا۔ میں کسے بتاؤں؟
ہر طرف میں رانجھا رانجھا پکارتی پھر رہی ہوں
حالانکہ رانجھا تو میرے ساتھ ہی ہے۔ کسے بتاؤں؟
خدا کا فقیر حسین کہتا ہے
ذرا دیکھو تو مسکینوں کا کیا حال ہے؟

ایک اور خوبصورت کافی میں آپ فرماتے ہیں:۔
ماہی ماہی کوکدی میں آپ رانجھن ہوئی
رانجھن رانجھن مینوں سبھ کوئی آکھو ہیر نہ آکھو کوئی
جس شوہ نوں میں ساں ڈھونڈیندی ڈھونڈھولدھا شوہ سوئی
کہے حسین سادھاں دے ملیاں بھل بھل گیوّای

ترجمہ

میں اپنے محبوب کو بلاتی بلاتی خود رانجھا یعنی محبوب کی ذات بن گئی ہوں۔ اب تو سب کوئی مجھے رانجھن کہہ کر ہی پکارو۔ کوئی غیر نہ پکارو۔ جس محبوب کو میں ڈھونڈ رہی تھی۔ محبوب اب مل گیا ہے۔ حسین کہتا ہے۔ کہ پاکباز فقیروں سے مل کر ساری بھول دور ہو جاتی ہے۔ (۱۵)

وفات:۔ حضرت مادھولال حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ کی سال وفات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ عصر حاضر کے معروف محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی لکھتے ہیں۔

"اکثر مقامی تذکروں میں ان کا سال وفات ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء لکھا ہے، حقیقت الفقراء کے بعد مفتاح العارفین تالیف ہوئی جس میں ان کا سال وفات ۱۰۱۳ھ / ۱۶۰۴ء درج کیا گیا ہے۔

لیکن معاصر مورخ ملا عبدالقادر بدایونی نے وضاحت کی ہے کہ نجات الرشید کی تصنیف ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء کے دوران مجھے لاہور میں معلوم ہوا کہ شاہ حسین نغمہ سے بے خود ہو کر مکان کی چھت سے گرے اور فوت ہو گئے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاہ حسین حدود ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں فوت ہوئے"۔(۱۶)

آپ کو شاہدرہ کے شرق میں دفن کیا گیا۔ لیکن آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی

"کہ بارہ سال بعد دریائے راوی میں سیلاب کی وجہ سے قبر گر جائے گا اور ہمارے دوست قبر سے ہماری لاش نکالیں گے اور پھر باغبانپورہ میں لے جا کر دفن کریں گے۔ اور میری وفات کے ایک برس بعد مادھو سفر کو جائے گا۔ اور پھر بارہ برس کے بعد لوٹ کر آئے گا۔ اور میری سنت پر قائم ہو گا۔ اور میرے بعد میرا سجادہ نشین مادھو ہے۔ اور بقدر پنتیس برس میری قبر پر سجادہ نشین رہے گا۔ اور بعد ازاں واصل بحق ہو گا۔ اس کی قبر بھی میری قبر کے برابر کرنا"۔

حسب وصیت آپ کا جنازہ باغبانپورہ میں لے کر آئے۔ تو یہ معاملہ پیش آیا کہ بمقام مدفن جوگیاں گورکھ ناتھ کا پڑاؤ تھا اور وہاں ایک جوگی پیر گورکھ ناتھ مع چیلوں کے رہا کرتا تھا۔ مگر کچھ عمارت موجود نہ تھی۔ جب جنازہ فیض انداز آیا۔ تو وہ جوگی دفن سے مانع ہوا اور بولا کہ مکان ہنود کا ہے۔ یہاں مسلمان کی قبر ہونی کمال ہے۔ اس وقت حضرت کی لاش سے آواز آئی۔ کہ اے جوگی فلاں جگہ (جہاں اب حضرت کی قبر ہے) کھود۔ اگر وہاں سے تسبیح اور مصلا قرآن شریف اور دستار سرخ نکلے۔ تو مکان ہمارا۔ ورنہ تیرا۔ غرض جب اس جگہ کو کھودا تو وہ اسباب بجنسہ وہاں سے نکلا۔ تب وہ نادم ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ اب میں کہاں جاؤں۔ ارشاد ہوا کہ بمقام ٹلہ گورو گورکھ ناتھ جا کر رہ۔ وہ تو ادھر روانہ ہوا اور حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر اس کا ایک لائق مند چیلہ حضرت کا خادم ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ جس کا نام خاکی دیوان رکھا گیا۔(۱۷)

خلفاء۔ حضرت مادھولال حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نو ہزار کے قریب تھے۔ جو ان کے ذریعے سے کامل اور اکمل ہوتے۔ بعض نے شیخ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار لکھا ہے۔ ان میں سولہ خلفاء زیادہ مشہور ہوتے ہیں جن کے مختلف خطاب ہیں۔

غریب۔ پہلا شاہ غریب ان کا مزار وزیر آباد
دوسرا شاہ غریب ان کا مزار وزیر آباد
تیسرا شاہ غریب ان کا مزار دکن
چوتھا شاہ غریب ان کا مزار ہزارہ

خاکی۔ پہلا مولا بخش خاکی
دوم خاکی شاہ مزار لاہور
سوئم خاکی شاہ مزار وزیر آباد
چہارم حیدر بخش خاکی مزار دکن

دیوان۔ پہلا دیوان مادھو
دوسرا دیوان گورکھ مزار لاہور
تیسرا دیوان بخش مزار بیجاپور
چوتھا اللہ دیوان مزار لاہور

بلاول۔ اول شاہ رنگ بلاول
دوم بدھو بلاول ان تینوں کے مزار شیخ حسین کے مزار کے قریب واقع ہیں۔
سوم شاہ بلاول
چہارم شاہ بلاول مزار دکن۔(۱۸)

عام تذکرہ نویسوں کے مطابق حضرت شاہ حسین ایک آزاد مشرب، مجذوب اور مذہبی قیود و اقدار سے بے نیاز تھے۔ اگرچہ فرقہ ملامتیہ کے افراد اپنی روحانی کیفیت وحال کے اخفاء کے لئے ایسا

کرتے ہیں۔ لیکن بعض سیرت نگار ان حالات کو بیان کرتے ہوئے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ معروف مؤرخ اور سوانح نگار پروفیسر محمد اقبال مجددی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے۔ صاحب "معارج الولایت" کے حوالے سے شاہ حسین کی حیات طیبہ کے تین ادوار بیان کئے ہیں۔ مجددی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"شاہ حسین کی آزاد مشربی کی داستانیں ایک غیر محتاط مصنف پیر محمد کی کتاب حقیقت الفقراء کے ذریعہ عام ہوئیں۔ اس کے مطالعہ سے شاہ حسین ایک غیر مشروع مجذوب نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کی زندگی کے تین دور تھے۔ طالب علمی کا زمانہ، غیر مشروع دور اور اس سے توبہ کرکے دوبارہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی"

عبداللہ خویشگی قصوری نے آپ کو غایت درجہ پابند شریعت بزرگ اور حضرت مجدد الف ثانی کے مرید حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری کا شاہ حسین کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے کہ اگر علمائے ظاہر کے طعنوں کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اکثر شاہ حسین کے مزار پر جاکر استمداد کرتا"۔

یہ قول اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شاہ حسین ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ اور ان کی ولایت مسلمہ تھی"۔ (۱۹)

حواشی

۱۔ نفحات الانس از مولانا عبدالرحمن جامی مترجم شمس بریلوی۔ ناشر! مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی۔ ص ۱۴۹

۲۔ ایضاً۔ ص ۱۰۷

۳۔ مراۃ الاسرار از حضرت عبدالرحمن چشتی مترجم مولانا واحد بخش سیال چشتی صابری۔ ناشر! بزم اتحاد المسلمین۔ لاہور۔ ص ۸۴

۴۔ تذکرہ اولیائے پاک وہند از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب۔ ناشر! الفیصل ناشران وتاجران کتب

لاہور۔ ص ۲۵۹

۵۔ تذکرہ اولیائے پاکستان از علامہ عالم فقری۔ ناشر! شبیر برادرز لاہور۔ ص ۲۲۲

۶۔ ایضاً۔ ص ۲۲۳

۷۔ زینتہ الاصفیا۔ از مفتی غلام سرور مترجم اقبال احمد فاروقی۔ ناشر! مکتبہ نبویہ۔ ص ۲۱۶

۸۔ بزرگان لاہور از پیر غلام دستگیر نامی۔ ناشر! نوری بک ڈپو۔ لاہور۔ ص ۳۵

۹۔ تذکرہ اولیائے پاکستان۔ ص ۲۲۵

۱۰۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ دانشگاہ پنجاب لاہور۔ ج۔ ۱۸ ص ۳۰۷

۱۱۔ خزینتہ الاصفیا۔۔ ص ۲۲۵

۱۲۔ بزرگان لاہور۔ ص ۳۸

۱۳۔ تذکرہ اولیائے پاکستان۔ ص ۲۲۵

۱۴۔ ایضاً۔ ص ۲۳۱

۱۵۔ ماہنامہ سپوتنک لاہور۔ جلد نمبر ۵۔ شمارہ نمبر ۲۔ از آغا امیر حسین، لاہور۔ ص ۴۱، ۴۲، ۴۵

۱۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج ۱۸ / ص۔ ۳۰۸

۱۷۔ گلزار صوفیا۔ از علامہ عالم فقری۔ ناشر! شبیر برادرز۔ لاہور۔ ص ۱۴۸

۱۸۔ خزینتہ الاصفیا۔۔ ص ۲۲۳، ۲۲۴

۱۹۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج ۱۸۔ ص۔ ۳۰۷، ۳۰۸

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا	اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا
وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا	اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو
اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ	یہ وہی لوگ ہیں جو جہنمی ہیں
هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾	وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

لغت:- وَ: واو عاطفہ ہے ماقبل جملے پر اس کے معنی ہیں اور۔ الَّذِیْنَ ضمیر موصولہ ہے وہ لوگ
اٰیٰتِنَا آیت کی جمع آیات ہے آیت کے معنی ہیں نشان، علامت، ظاہری، احکام، معجزات نبوت اور اس میں نا جمع متکلم کی ہے یعنی ہم، ہمارا، ہماری۔

خٰلِدُوْنَ: یہ فاعلون کے وزن پر ہے جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد خَالِدٌ ہے اور معنی ہیں ہمیشہ رہنا اور اس کا مصدر خلود ہے

تفسیر:- اس سے پہلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے اپنے برگزیدہ اور فرمان بردار بندوں کا ذکر فرمایا جبکہ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سرکش اور نافرمانوں کا ذکر کیا ہے جو رب تعالیٰ کی قدرت وعظمت کی واضح اور کھلی نشانیاں دیکھنے کے باوجود انکار کر دیتے ہیں صرف انکار ہی نہیں کرتے بلکہ انھیں جھٹلاتے ہوئے دیدہ دلیری پر اتر آتے ہیں حالانکہ انھیں عقل سلیم کی روشنی میں شعائر نبوت کو قبول کرتے ہوئے ایمان لانا چاہیئے تھا لیکن اپنی ضد وعناد اور ہٹ دھرمی کے باعث سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں تو ان لوگوں کی سزا دائمی جہنم ہے چونکہ جھٹلانا جان بوجھ کر ہوتا ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ان اعمال بد کی سزا ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے تعبیر فرمائی

احادیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک دن مشرکین مکہ کا سردار ابو جہل اپنے ہاتھ میں کنکریاں لے کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ بتاؤ میرے ہاتھوں میں کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو جہل میں بتاؤ کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس سے بہتر یہ نہ ہو گا کہ جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے وہ خود بتادے کہ میں کون ہوں؟ ابو جہل کہنے لگا یہ اور بھی اچھا ہو گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد مبارک پر ابو جہل کی مٹھی میں کنکریاں بول اٹھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی ابو جہل نے اس واضح ترین اور کھلی دلیل کو اپنی ضد عناد اور ہٹ دھرمی کے باعث ماننے سے انکار کر دیا نیز کہنے لگا کہ معاذاللہ آپ بہت بڑے جادوگر ہیں کنکریوں پر بھی آپ کا جادو چل گیا ہے (نعوذباللہ من ذالک)

لہذا قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ میں ابو جہل اور اسی کی مانند لوگوں کے لئے دائمی سزا دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس آگ میں جلتے رہیں گے اور اس سے باہر نکلنا انھیں نصیب نہ ہو گا

بقیہ صفحہ نمبر ۳۲

ہونا اور اسے کسی بھی شخص پر اعتراض نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ ہر وقت جمال حق کے مشاہدے میں ڈوبا رہتا ہے لیکن اس کی یہ کیفیتِ استغراق مخلوق کی رشد و ہدایت، انہیں نیکی کی ترغیب دینے اور برائیوں سے منع کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتی اور جو بھی اس کے ارشادات سنتا ہے اس سے نفع پاتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ (کی یاد) کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

مدیر اعلیٰ

حدیث ۴۴ / ۶۔ انبانا محمد (۱) بن المثنیٰ قال حدثنا یحییٰ (۲) بن حماد قال حدثنا ابو صناح (۳) قال حدثنا یحییٰ (۴) قال حدثنا عمرو (۵) بن میمون قال قال ابن عباس (۶) سد ابواب المسجد غیر باب علی فکان یدخل المسجد وھو جنب وھو طریقہ ولیس لہ طریق غیرہ۔

ترجمہ:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسجد کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کردیئے گئے۔ سوائے حضرت علی کے دروازہ کے۔ حضرت علی بحالت جنابت بھی مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ ان کے لئے آنے جانے کا راستہ وہی تھا اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔

(اسنادہ حسن رجالہ رجال الشیخین سوائے یحییٰ بن سلیم وھو صدوق (احمد میر بن البلوشی خصائص امیر المؤمنین ص ۶۴)

اسماء الرجال

حدیث ۴۴ / ۶

۴۴۔ ۱۔ محمد بن المثنیٰ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۱۔ ۱

۴۴۔ ۲۔ یحییٰ بن حماد۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۲۳۔ ۲

۴۴۔ ۳۔ ابو صناح۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۲۳۔ ۳

۴۴۔ ۴۔ یحییٰ (بن سلیم) ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۲۳۔ ۴

۴۴۔ ۵۔ عمرو بن میمون۔ ملاحظہ کیجئے۔ اسماء الرجال حدیث ۲۳۔ ۵

۴۴۔ ۶۔ ابن عباس۔ ملاحظہ کیجئے۔ اسماء الرجال حدیث ۲۳۔ ۸

گزشتہ سے پیوستہ

سیر السلوک الیٰ ملک الملوک

مدیر اعلیٰ

آٹھواں باب نفس راضیہ کے بیان میں ہے اور اس (نفس راضیہ) کی سیر، اس کے عالم (جہان)، محل (مقام)، حال (کیفیت)، وارد، صفات اور چھٹے مقام پر اس (نفس راضیہ) کے ترقی پانے کی کیفیت کا بیان ہے۔

پس اس کی سیر سے مراد سیر فی اللہ ہے اور اس کے عالم (جہان) سے مراد عالم لاہوت ہے اور اس کے محل (مقام) سے مراد سرالسّر (رازوں کا راز) ہے اور اس کے حال (کیفیت) سے مراد فنائیت ہے لیکن اس فنائیت سے وہ معنی مراد نہیں ہیں جو چھٹے باب میں ذکر کئے گئے ہیں۔

جیسا کہ تو جان چکا ہے کہ حواس کا محسوسات کو معلوم نہ کرنے کا نام فنا ہے اور مقام فنائیت کی یہ کیفیت سلوک کے آخری درجے پر پہنچنے والے حضرات پر طاری ہوتی ہے اور اس مقام پر فنائیت سے مراد صفات بشریہ کا محو (مٹنا) ہونا اور بقاء کی طرف بڑھنا ہے سوائے "بقاء فی الحال" کے جو اس بقاء کے بعد آتی ہے کیونکہ وہ فنا جس کے بعد "بقاء فی الحال" کا درجہ ہے تو وہ ساتویں مقام میں پہنچ کر حاصل ہوتی ہے۔

اور اس نفس (راضیہ) کے لئے اس مقام پر وارد کوئی نہیں ہے اس لئے کہ تواردات کا تعلق بقاء کے اوصاف سے ہے اور یہ بقاء کے اوصاف اس مقام پر سالک سے زائل ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے سالک کے بشری اوصاف تو فنا ہوتے ہیں لیکن ابھی وہ باقی باللہ کے درجے پر فائز نہیں ہوتا جیسا کہ ساتویں مقام پر ہوتا ہے یعنی باقی باللہ کا یہ درجہ ساتویں مقام پر پہنچ کر حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کیفیت کو مرید از خود نہیں جان سکتا جب تک کہ اسے پیر کامل نہ سمجھائے اور اس سے وہ مرید مراد ہے جسے پیر کامل تربیت دے کر کمال کے حصول کے لئے تیار کر رہا ہے۔ اور اس نفس (راضیہ) کی صفات یہ ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے باقی اشیاء سے زہد، ورع (پرہیز گاری) اور نسیان (بھول) اختیار کرنا۔ جو کچھ میسر ہو اسی پر راضی رہنا بغیر کسی قسم کے قلبی اضطراب کے اور کسی ناپسندیدہ چیز کو اپنے نفس سے دور کرنے کی طرف متوجہ نہ

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیے)